لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

ایڈیٹر: ظفر احمد سرور

ذکّرھم بایام اللہ

ایک عظیم الشّان پیشگوئی اور بشارت

جس کا ظہور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہے

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے پانچویں سال مارچ ۱۹۱۹ء میں جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر عرفان الٰہی کے موضوع پر ایک پُرمعارف تقریر فرمائی۔ اس میں آپ نے اپنے ایک رؤیا کا ذکر فرمایا :۔

"ان بشارتوں میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ مَیں بیت الدّعا میں بیٹھا تشہّد کی حالت میں دعا کر رہا ہوں کہ الٰہی میرا انجام ایسا ہو جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کا ہوا۔ پھر جوش میں آکر کھڑا ہو گیا ہوں اور یہی دعا کر رہا ہوں کہ دروازہ کھُلا ہے اور میر محمد اسماعیل صاحب اس میں کھڑے روشنی کر رہے ہیں۔ اسماعیل کے معنی ہیں خدا نے سُن لی اور ابراہیمی انجام سے مراد حضرت ابراہیمؑ کا انجام ہے کہ ان کے فوت ہو جانے پر خدا تعالیٰ نے حضرت اسحٰقؑ اور حضرت اسماعیلؑ دو قائم مقام کھڑے کر دیئے۔ یہ ایک طرح کی بشارت ہے جس سے آپ لوگوں کو خوش ہو جانا چاہیئے۔"

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ اس پیشگوئی اور بشارت کا ظہور ۱۹۶۵ء اور ۱۹۸۲ء میں علی الترتیب حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے خلیفۃ المسیح کے منصب جلیلہ پر فائز ہونے سے ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اس کے چشم دید گواہ ہیں — وَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by **The Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.**
2141 Leroy Place, N.W., Washington DC 20008. Ph: (202) 232—3737
Printed at the F...

Ahmadiyya Movement in Islam, In
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

NON PROFIT ORG
U. S. POSTAGE
PAID
CHAUNCEY, OHIO
PERMIT # 1

جلسہ سالانہ انگلستان ۱۹۹۲ء کے موقع پر

پہلی عالمی بیعت کے روح پرور تصاویری مناظر
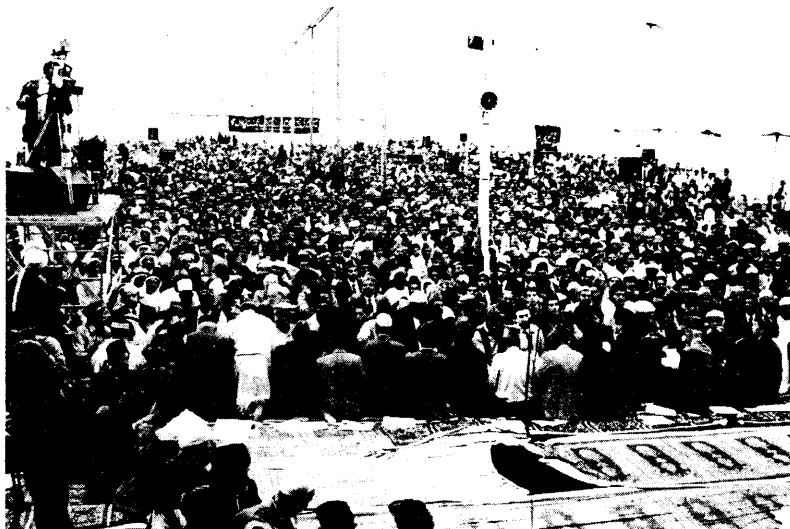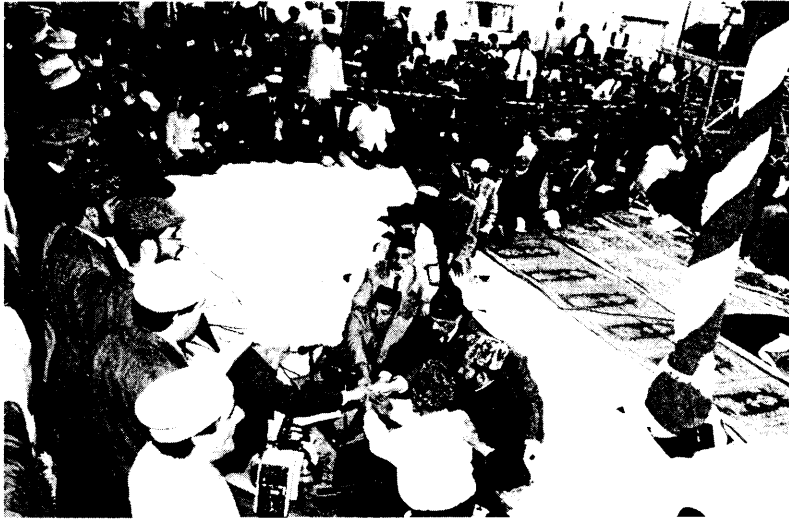
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن الحکیم

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ ____ (سورۃ انفال: آیت ۳ تا ۵)

مومن تو صرف وہی ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیں۔ نیز (مومن وہ ہیں) جو اپنے رب پر توکّل کرتے ہیں۔ (اسی طرح حقیقی مومن وہ ہیں) جو نمازوں کو (شرائط کے مطابق) ادا کرتے ہیں۔ اور جو (کچھ) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ (مذکورہ بالا صفات رکھنے والے) ہی سچے مومن ہیں اُن کے رب کے پاس ان کے لئے (بڑے بڑے) مدارج اور بخشش کا سامان اور معزز رزق ہے۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ؟" فَقُلْتُ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" ____ (بخاری کتاب الدعوت باب قول لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ ص۹۴۹/۲)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تجھے جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول مجھے ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا لاحول پڑھا کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ مجھ میں برائیوں سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکیوں کے کرنے کی قوّت۔

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم: اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ قَالَ: تَعْبُدُ اللّٰہَ لَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ، وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ۔" (مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان الذی یدخلہ بہ الجنۃ ص۲۱/۱)

حضرت ابو ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا گُر بتائیے جو مجھے جنّت میں لے جائے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز باجماعت پڑھو۔ زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حُسنِ سلوک کرو۔

ظہورِ خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی
جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی اندھیروں پہ اندھیرے
ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
طوفانِ مفاسد میں غرق ہو گئے بحر و بر
ایرانی و فارانی، رومی و بخارائی
بن بیٹھے خدا بندے دیکھا نہ مقام اس کا
طاغوت کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اس کا

تب عرشِ معلّٰی سے اک نور کا تخت اترا
اک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر
پہلو میں لیے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل، سب ظلم ہوئے زائل
اس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی
ابلیس ہوا غارت چوپٹ ہوا کام اس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا نہ بام اس کا

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقا
انوارِ رسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اس کا
قدموں پہ نثار اس کے جمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی تھی جو بزمِ مہ و انجم
واللہ اسی کی تھی سب انجمن آرائی
دن رات درود اس پر ہر ادنیٰ غلام اس کا
پڑھتا ہے بصد منت جپتے ہوئے نام اس کا

آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی
ہم در کے فقیروں کے بھی بخت سنوار آئی
ظاہر ہوا وہ جلوہ جب اس سے نگاہ پلٹی
خود حسنِ نظر اپنا سو چند نکھار آئی
اے چشمِ خزاں دیدہ کھل کھل کہ سماں بدلا
اے فطرتِ خوابیدہ اٹھ اٹھ کہ بہار آئی
نبیوں کا امام آیا اللہ امام اس کا
سب تختوں سے اونچا ہے تختِ عالی مقام اس کا

اللہ کے آئینہ خانے سے شریعت کی
نکلی وہ دلہن کر کے جو سولہ سنگھار آئی
اترا وہ خدا کوہِ فاران محمدؐ پر
موسیٰ کو نہ تھی جس کے دیدار کی یارائی
سب یادوں میں بہتر ہے وہ یاد کہ کچھ لمحے
جو اس کے تصور کے قدموں میں گزار آئی
وہ ماہِ تمام اس کا مہدی تھا غلام اس کا
روتے ہوئے کرتا تھا وہ ذکر مدام اس کا

مرزائے غلام احمد تھی جو بھی متاعِ جاں
کر بیٹھا نثار اس پر ہو بیٹھا تمام اس کا
دل اس کی محبت میں ہر لحظہ تھا رام اس کا
اخلاص میں کامل تھا وہ عاشقِ تام اس کا
اس دور کا یہ ساقی گھر سے تو نہ کچھ لایا
میخانہ اسی کا تھا مے اس کی تھی جام اس کا
ساز اس کا تھا اس کے سب ساتھی تھے مست اس کے
دھن اس کی تھی گیت اس کے لب اس کے پیام اس کا

اک میں بھی تو ہوں یا رب صیدِ تہِ دام اس کا
آنکھوں کو بھی دکھلا دے آنا لبِ بام اس کا
خیرات ہو مجھ کو بھی اک جلوۂ عام اس کا

دل گاتا ہے گن اس کے لب جپتے ہیں نام اس کا
کانوں میں بھی رس گھولے ہر گام خرام اس کا
پھر یوں ہو کہ ہو دل پر الہام کلام اس کا

اس بام سے نور اترے نغمات میں ڈھل ڈھل کر
نغموں سے اٹھے خوشبو ہو جائے سرود عنبر

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے

مُتقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں، وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے، اُن کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے

● "اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کے لئے انبیاء آتے ہیں وہ دُنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ کوئی ہوگا جو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا کا مصداق ہوگا۔ پاکیزگی اور طہارت عمدہ شئے ہے۔ انسان پاک اور مُطہّر ہو تو فرشتے اُس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی، تو بکری جتنا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے۔ اصل جڑ اور مقصود تقویٰ ہے۔ جسے وہ عطا ہو سب کچھ پا سکتا ہے۔ بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صغائر اور کبائر سے بچ سکے۔ انسانی حکومتوں کے نظام گناہوں سے نہیں بچا سکتے۔ حکّام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ اُن کو خوف رہے۔ انسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گناہ کرتا ہے۔ ورنہ وہ کبھی نہ کرے۔ اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے۔ اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے، وہ مجھے دیکھتا ہے۔ ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا۔ تقویٰ سے سب شئے ہے ...... نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ سب اُسی وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو۔" (ملفوظات جلد ۴ صـ۲۵۱-۲۵۲)

● "جب تک انسان تقویٰ میں ایسا نہ ہو جیسے اُونٹ کو سُوئی کے ناکے سے نکالنا پڑے اُس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اُسی قدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے۔ اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ۴ صـ۳۶۰)

● "جو لوگ نری بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ ان کو نفس نے دھوکا دیا ہے۔ دیکھو طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلانی چاہتا ہے اگر وہ اس حد تک نہ پیوے تو شفا کی اُمید رکھنی فضول ہے۔ مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے، یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس حد تک صفائی کرو اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ رُجوع کرنے والوں پر رحم کرتا ہے ......

...... انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور اُس کے غیر میں فرقان رکھ دیتا ہے اور پھر اس کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے۔ نہ صرف نجات بلکہ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ پس یاد رکھو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رہائی دیتا ہے۔ اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے۔ اور پھر متقی خدا کے ولی ہو جاتے ہیں۔ تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے۔ کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہو وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو۔ لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی اُمّی ہو مگر متقی ہو وہ معزز ہوگا۔" (ملفوظات جلد ۴ صـ۳۶۱-۳۶۲)

● "لباس التقویٰ قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بمقدور کاربند ہو جائے۔" (روحانی خزائن جلد ۲۱ براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۲۱۰)

● "لوگ بہت سے مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں لیکن متقی بچائے جاتے ہیں بلکہ ان کے پاس جو آجاتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے۔ مصائب کی کوئی حد نہیں انسان کا اپنا اندر اس قدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزارہا مصائب کے پیدا کرنے کو کافی ہیں۔ لیکن جو تقویٰ کے قلعہ میں ہوتا وہ اُن سے محفوظ ہے۔ اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک جنگل میں ہے۔ جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صـ۱۰)

● "خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ اُن کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ اعلیٰ مقام کو پہنچے گا۔" (ملفوظات جلد ۱ صـ۲۳)

ہمیشہ خُدا کو سب پر مُقدّم رکھو

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میں سمجھ نہیں سکتا کہ ایک شخص ایمان حقیقی رکھ کر سب نبیوں کی مشترکہ تعلیم کی خلاف ورزی کیوں کرتا ہے کیا کسی بھی نبی کی تعلیم ہے کہ جھوٹ بولیں، دنیا کے حریص ہوں، کاہل اور سست بن جائیں، دھوکہ دیں، حق سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جائیں، شریروں اور بدمعاشوں سے تعلق پیدا کریں۔ خدا تعالیٰ اس کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ اوران تمام بدیوں سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے کہ اللہ پر ایمان ہو۔ پس جو شخص [illegible] باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا) کا مصداق ہو وہ تمام نیکیوں کا گرویدہ اور بھلائیوں کا پسند کرنے والا ہو گا۔ اگر اس طرح پر سمجھ نہیں آتا تو ایک اور راہ ہے جس پر چل کر انسان بدیوں سے بچ سکتا ہے، یوم آخر پر ایمان ہو تو وہ بدیوں سے بچ جاتا ہے۔ ایک شریف الطبع انسان کو کہہ دیں کہ دو روپے دیتے ہیں دو جوتے لگا لینے دو۔ وہ کبھی پسند نہیں کرے گا پھر یوم آخر میں کب کوئی گوارا کر سکتا ہے پس اس پر ایمان لا کر بدی نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک نوکر اپنے فرض منصبی میں سستی کر کے تنخواہ پا سکتا ہے۔ ایک اہل حرفہ دھوکا دے کر قیمت وصول کر سکتا ہے۔ ایک شخص دوست کو دھوکا دے کر آؤ بھگت کرا سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے لیکن اگر آخرت پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جا کر ان اعمال کی جواب دہی کرنا ہے تو ایسا عاقبت اندیش بدی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔

(خطبات نور جلد ۲ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶)

سارے محامد سے متصف، سارے صفات کاملہ رکھنے والا اور سارے نقائص اور عیوب سے منزہ ذات کا نام اللہ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے اور پھر وہ اکبر ہے۔ جامع جمیع صفات کاملہ اور ہر قسم کے نقائص سے منزہ ہونے کے ساتھ وہ اکبر بھی ہے۔ یعنی بہت بڑا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ اب اپنے کاروبار یا دوستوں، غرض ہر ایک کو چھوڑ کر اللہ کی طرف آجاؤ۔ اور چونکہ وہ سب سے بڑا ہے۔ اب اس کا حکم آنے پر دوسروں کے احکام کی پرواہ مت کرو۔ ایک طرف خدا کا بلاوا آجاوے اور دوسری طرف کوئی یار دوست آشنا بلا دیں یا کوئی دنیا کا کام بلا دے تو اللہ کے مقابلہ میں ان کو ترک کرو کیونکہ اللہ سب سے بڑا ہے اور سب سے بڑے کی بات کو مان لینا تمہاری فطرت میں رکھا گیا ہے حتیٰ کہ ماں باپ جن کی اطاعت اور فرمانبرداری کی خدا نے سخت تاکید فرمائی ہے، خدا کے مقابلہ میں اگر وہ کچھ کہیں تو ہرگز نہ مانو، فرمانبرداری کا [illegible] وقت [illegible] آیا فرمانبردار اللہ کا ہے یا مخلوق کا۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کا خدا نے اعلیٰ مقام رکھا ہے .... اور ہر حالت میں ان کی فرمانبرداری [illegible] مقابلہ کے وقت [illegible] تعلق بھی فرمایا کہ.... اگر خدا کے مقابلہ میں آجاویں تو خدا کو مقدم کرو، ان کی ہرگز نہ مانو۔ غرض نفس [illegible] رواج ہو [illegible] مال باپ ہوں یا حاکم ہوں۔ جب وہ خدا کے مقابلہ میں آجاویں۔ یعنی خدا ایک طرف بلاتا ہے اور سب [illegible] مقدم رکھو (خطبہ [illegible] مارچ ۱۹۰۸ء)

گناہوں کی اصلاح ابتدا ہی سے کرنی چاہیئے

ارشاد سیّدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ گناہ ہیں جو اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ایک فروعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس گناہ اس قسم کے ہیں جو اپنے اندر ایک اہمیت رکھتے ہیں لیکن ان کا مرتکب جب تک [illegible] سلب ایمان [illegible] سیاہ کرنے کا باعث نہیں ہوتا اور اس کا ضرر اور نقصان محدود ہی رہتا ہے۔ لیکن بعض گناہ [illegible] بظاہر چھوٹے اور حقیر معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا انجام اور نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ وہ انسان کے دل کو سیاہ کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ سلب ایمان کا باعث ہو جاتے ہیں۔ ایسے گناہ کو جب تک جڑ سے ہی نہ کاٹ دیا جائے اس کی اصلاح بہت دشوار ہو جاتی ہے اور پھر انسان [illegible] اس کا نکلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اس لئے مومن کو چاہیئے کہ ایسے گناہوں کی اصلاح ابتدا ہی سے کرے ورنہ بڑھ جائیں گے۔ اور دل کو سیاہ کر دیں گے اور غفلت دن بدن ترقی کرتی چلی جائے گی۔ دیکھو بعض درخت اس قسم کے

ہیں جن کے بیج اور گٹھلیاں تو بڑی ہوتی ہیں مگر ان کا درخت چھوٹا ہوتا ہے اور بعض درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا بیج تو بہت چھوٹا ہوتا ہے مگر ان کا درخت بہت ہی بڑا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں جنہیں انسان حقیر اور ضعیف سمجھتا ہے نتیجہ میں بہت بڑی ہوتی ہیں اس لئے ایسے گناہ کی اصلاح جس قدر جلدی ہو سکے کرنی چاہیئے اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیئے اور اگر ایسے گناہ کی اصلاح ابتداءً ہی نہ کی جائے تو رفتہ رفتہ وہ غالب آجائے گا اور اس کے غالب آنے کے بعد اس کو مغلوب کرنا مشکل ہو جائے گا۔ پس مومن کو ایسے گناہوں سے بہت ڈرنا اور ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے اور اس کی اصلاح کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے ورنہ اس کا درخت مضبوط ہو جائے گا۔ پھر اس کا اکھیڑنا بہت دشوار ہوگا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ نومبر ۱۹۱۵ء)

ہر نیکی کی جڑ یہ اتّقاء ہے

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

جب تقویٰ کی جڑ مضبوط ہو اور اس جڑ سے نیکی کی اور پاکیزگی کی اور صلاح کی شاخیں نکلیں تو وہ شاخیں نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرتی ہیں اور روحانی بلندیوں تک پہنچتی ہیں بلکہ اس دنیا میں بھی (اخروی زندگی میں تو ہوگا ہی) ان شاخوں کو تازہ بتازہ پھل لگتا رہتا ہے جس سے انسان فائدہ حاصل کرتا ہے یعنی اس دنیا میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا انسان کو حاصل ہو جاتی ہے اور روح کو ہر لحظہ ایک لذت اور سرور حاصل ہوتا رہتا ہے۔ ان پھلوں کے کھانے سے جن کا کھانا روحانی طور پر ہے لیکن جب تک وہ پھل نہ ملیں وہ خوشحالی حاصل نہیں ہو سکتی، وہ لذت اور سرور حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ پھل نہیں مل سکتے جب تک اعتقادات جو ہیں وہ صحیح نہ ہوں اور اعمال صالحہ ان کو سیراب نہ کریں اور تقویٰ کی جڑ سے نکل کے آسمانوں تک نہ پہنچیں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ انہیں قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے کسی فعل کو قبول کر لینا ہی اس کا پھل ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں انسان کو اس کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ پس ہر نیکی کی جڑ یہ اتّقاء ہے۔ جو شخص تقویٰ کی جڑ نہیں رکھتا لیکن بظاہر ہزار قسم کی نیکیاں بجا لاتا ہے اسے فائدہ ہی کیا کیونکہ اس سے وہ شاخیں نہیں پھوٹ سکتیں جو خدائے رحمان تک پہنچتی ہیں۔ نہ وہ پھل لگ سکتے ہیں جو پھل کہ دوسری صورت میں ان شاخوں کو لگا کرتے ہیں اور روحانی سیری کا سبب بنتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ ۱۹۶۸ء)

دُعاؤں کے رُخ پر چلنے کی تمنا پیدا کریں

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

دُعائیں بھی اس وقت قبول ہوتی ہیں جب دُعائیں جن کے لئے کی جاتی ہیں وہ صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ یاد رکھیں کہ اولاد کے حق میں بھی دُعائیں نہیں لگا کرتیں اگر اولاد ان کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو اور اسے تمنا ہی نہ ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کا عجیب مضمون ہے جس میں من شاء فالیؤمن من شاء فالیکفر کا مضمون خدا کی تقدیر میں ہر جگہ صادق آتا ہے۔ ہر شخص کی اپنی تمنا اور خواہش کا اس کی زندگی کا رخ ڈھالنے میں ایک گہرا تعلق ہے اور محض دوسرے کی دُعائیں کارگر ثابت نہیں ہوتیں جب تک وہ خود ان دُعاؤں کے رُخ پر چلنے کی تمنا پیدا نہ کرے۔ ہوائیں ضرور سفر میں ممد ہو جایا کرتی ہیں۔ سمندری سفروں میں بھی اور دُنیا کے عام سفروں میں بھی۔ ہوائی جہازوں کی بھی ہوائیں مدد کرتی ہیں۔ موٹروں کی بھی مدد کرتی ہیں۔ پیدل چلنے والوں کی بھی مدد کرتی ہیں۔ لیکن جو ہوا کے مخالف چل رہا ہو اس کی کیسے مدد کر سکتی ہیں اس لئے دُعاؤں کا مضمون بھی ہواؤں سے ایک نسبت رکھتا ہے۔ پس یاد رکھیں کہ آپ کے حق میں آپ کی اپنی دُعائیں یا میری دُعائیں یا ان بزرگوں کی دُعائیں جو ہم سے پہلے گزر گئے اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے دُعائیں کرتے کرتے انہوں نے جان دی تھی۔ تبھی مقبول ہوں گی جب آپ ان دُعاؤں کے رخ پر سفر کرنے کے ارادے کریں گے اور ارادے ہی نہیں کریں گے بلکہ جب ان ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے تو پھر دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی رفتار کو کس طرح غیر معمولی الٰہی تائید حاصل ہوتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ نومبر ۱۹۹۱ء)

اُس کے دامن سے ہے وابستہ کُل عالم کی نجات

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

یہ پُر اَسرار دُھندلکوں میں سمویا ہُوا غم
چھا گیا روح پہ اِک جذبۂ مُبہم بن کر
یہ فضاؤں میں سسکتا ہوا احساسِ اَلَم
دیدۂ شب سے ڈھلکنے لگا شبنم بن کر

جانے یہ دُکھ ہے تمہارا کہ زمانے کا ستم
اجنبی ہے کوئی مہمان چلا آیا ہے
اپنے چہرے کو چھپائے زِ نقابِ شبِ غم
جان ہے اس سے نہ پہچان چلا آیا ہے

آنکھ ہے میری کہ اشکوں کی ہے اِک راہگذر
دل ہے یا ہے کوئی مہمان سرائے غم و حزن
ہے یہ سینہ کہ جواں مرگ اُمنگوں کا مزار
اِک زیارت گہِ صد قافلہ ہائے غم و حزن

یا ترے دھیان کی جوگن ہمہ رنج و آزار
خود چلی آئی ہے پہلو میں بجائے غم و حزن
رات بھر چھیڑے گی احساس کے دُکھتے ہوئے تار
ایک اِک تار سے اُٹھے گی نوائے غم و حزن

دِل جلے جاتا ہے جیسے کسی راہب کا چراغ
ٹمٹماتا ہو کہیں دُور بیابانوں میں
قافلے درد کے پا جاتے ہیں منزل کا سُراغ
اِک لرزتی ہوئی لَو دیکھ کے ویرانوں میں

یہ بھی شاید کوئی بھٹکا ہُوا راہی غم ہے
دو گھڑی قلب کے غم خانے میں سستائے گا
اوٹ سے تیرگیٔ یاس کی جب وقتِ سحر
کرنِ اُمّید کی پھوٹے گی چلا جائے گا

خانۂ دل میں اُتر کر یہ فقیروں کے سے غم
نالۂ شب سے نصیب اپنا جگا لیتے ہیں
دِل کو اِک شرف عطا کر کے چلے جاتے ہیں
اجنبی غم مرے مُحسن مرا کیا لیتے ہیں

کوئی مذہب ہے سسکتی ہوئی روحوں کا نہ رنگ
ہر ستم دیدہ کو انسان ہی پایا ہم نے
بن کے اپنا ہی لپٹ جاتا ہے روتے روتے
غیر کا دُکھ بھی جو سینے سے لگایا کوئی

کوئی قشقہ ہے دُکھوں کا نہ عمامہ نہ صلیب
کوئی ھندو ہے نہ مُسلم ہے نہ عیسائی ہے
ہر ستم گر کو ہوا اے کاش یہ عرفان نصیب
ظُلم جس پر بھی ہو ہر دین کی رسوائی ہے

سب جہانوں کے لئے بن کے جو رحمت آیا
ہر زمانے کے دُکھوں کا ہے مُداوا وہی ایک
اُس کے دامن سے ہے وابستہ کُل عالم کی نجات
بے سہاروں کا ہے اب مَلجأ و ماوا وہی ایک

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی جماعت کو جمعہ پر ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی توفیق بخشی ہے

بفضل خدا جماعت احمدیہ فتوحات و برکات کے حیرت انگیز دور میں داخل ہو چکی ہے

اب فصلیں کاشت کرنے سے زیادہ فصلیں سنبھالنے کا وقت آیا کھڑا ہے کیونکہ پھل پک چکے ہیں انشاء اللہ ساری دنیا ان برکتوں کی گواہ ہو گی

خصوصیت سے دعا کریں کہ (بعد ۱۱) کا جو دور شروع ہو رہا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کناروں تک برکتوں سے بھر دے

خدا تعالیٰ کا فضل جو غیر معمولی طور پر نازل ہوتا ہے وہ انسان کی اندرونی تمناؤں کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھتا ہے

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام مسجد فضل لندن بتاریخ ۱۱ رجون ۱۹۹۳ء مطابق ۱۱ راحسان ۱۳۷۲ ہش

مرتبہ: مکرم منیر احمد صاحب جاوید، لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڗ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(سورۃ الفتح: آیت ۳۰)

بعدہٗ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اس مضمون کے ایک حصہ پر میں پہلے بھی روشنی ڈال چکا ہوں لیکن وہ مضمون اُس جمعہ میں تشنہ رہا تھا اور اس سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالہ جات اور بائیبل یعنی NEW TESTAMENT عہد نامہ جدید سے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ حوالے بھی پیش کرنے تھے جن کا اس آیت میں بیان کردہ مضمون کے ساتھ تعلق ہے۔

جماعت کی تدریجی ترقی ایک کھیتی کی طرح ہو گی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ضمن میں فرمایا کہ "ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کَزَرْعٍ (یعنی کھیتی کی طرح) ہو گی اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس (کھیتی) کو پہنچانا چاہتا ہے (کھیتی کا لفظ میں نے وضاحت کے لئے داخل کیا ہے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ہیں وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے) ابھی بہت دور ہیں۔ وہ حاصل نہیں ہو سکتے جب تک وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو۔ تبتّل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو۔ ذکر الٰہی میں خاص رنگ ہو حقوقِ اخوان میں خاص رنگ ہو۔"

(الحکم جلد ۶، شمارہ ۲۹ صفحہ ۵ پرچہ ۱۰ راگست ۱۹۰۲ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ چار عنوانات قائم فرمائے ہیں جن کا تعلق مسیحی صفات سے بھی ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اُن صفاتِ حسنہ سے بھی ہے جن کا آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے اور یہ صفات جو مسیح سے تعلق رکھتی ہیں جب حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ذات میں اور ان لوگوں میں جلوہ گر ہوتی ہیں جو مَعَہٗ کے تابع ہیں یعنی آپ کے ساتھ تھے تو ایک نئی شان کے ساتھ اس جلوے میں حیرت انگیز چمک اور دائمی روشنی پیدا ہو جاتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے ایک بالکل نیا جلوہ ظاہر ہوا ہے اگرچہ صفات وہی ہیں جو

پہلے بھی ظاہر ہو چکی ہیں۔ اس تعلق میں قرآن کریم نے بھی ان باتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا مسیحؑ نے ذکر فرمایا ہے اور جہاں ذکر فرمایا وہاں ایک حیرت انگیز طور پر بڑھتے ہوئے جلوے کا بھی ذکر فرمادیا۔ اس لئے یہ کوئی فرضی بات نہیں محض اس ذات کی تعریف میں ایک انسان کے کلمات نہیں جس سے محبت ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے واقعۃً اسی رنگ میں اس مضمون کو قرآن کریم میں چھیڑا ہے جہاں جہاں مسیحؑ نے ان صفات کا ذکر فرمایا ہے ان کے مقابل پر قرآن کریم نے بھی ان کا ذکر فرمایا اور موازنہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک بالکل نئی شان کے ساتھ ان صفات کو چھیڑا گیا ہے اور نئے مضمون کو داخل کرکے ان کو بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ مضمون چونکہ ایسا ہے جس کا جماعت احمدیہ سے گہرا تعلق ہے اور ان مقاصد سے ہے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابھی ان تک پہنچنا دور ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے جو صحابہ کی جماعت پیدا ہوئی اس میں سب سے زیادہ شان کے ساتھ یہ مقاصد ظاہر ہوئے تھے پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ ان مقاصد تک پہنچنا ابھی دور ہے۔ اس سے مراد دراصل جدوجہد کا وہ لمبا زمانہ ہے جس میں سے گزر کر احمدیت نے ان مقاصد کو عالمی بنا دینا تھا اور ایک عالمگیر جماعت کے طور دنیا میں پھیل کر ان مقاصد کو پورا کرتے ہوئے تمام دنیا میں یہ صفاتِ حسنہ پھیلا دینی تھیں۔ اس لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ مقاصد یا ان تک پہنچنا ابھی دور کی بات ہے تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تو تربیت میں کمزوری تھی اور ابھی ان اعلیٰ مقاصد کو جماعت پانہ سکی تھی مگر بعد کے دور کے زمانہ میں ایسا ہوگا جو بھی یہ معنی سوچے اس کی جہالت ہوگی کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے متعلق ہی قرآن کریم کی یہ پیشگوئی تھی کہ وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ اور یہ فیض ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ سے ہی پایا ہے کہ آخرین کی صفات کو نسلاً بعد نسلٍ آگے منتقل کرتے چلے جارہے ہیں۔ پس اپنے اس مقامِ عجز کو خوب اچھی طرح پیشِ نظر رکھتے ہوئے اب اس مضمون پر غور کریں جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چار صفات بیان فرمائی ہیں یہ ایسی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک صفت اپنی ذات میں ایک الگ خطبہ کا تقاضا کرتی ہے اور ایک ایک لفظ میں بڑے وسیع مضامین پر مشتمل عنوان بیان فرما دیئے گئے ہیں اور پھر ان کا آپس میں ایک ترتیبی تعلق بھی ہے جو بات پہلے بیان ہوئی ہے وہ پہلے ہی بیان ہونی چاہیئے تھی۔ جو بات دوسرے درجہ پر ہے وہ دوسرے درجہ پر بیان ہونی چاہیئے تھی اور اسی طرح تسلسل کا ایک اندرونی تعلق جاری ہے یہ مضمون انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کسی وقت خدا نے توفیق دی تو بیان کروں گا۔ مسلسل خطبوں میں اگر نہ بیان ہو سکے کیونکہ بعض دفعہ دوسری ضرورت کی چیزیں مجبور کر دیتی ہیں کہ تسلسل کو توڑ کر ایک اور مضمون کو شروع کر دیا جائے لیکن یہ سارا مضمون میرے ذہن میں ہے آئندہ جب بھی توفیق ملے گی تو انشاء اللہ اس کو سلسلہ وار آگے بڑھاؤں گا۔

گذشتہ صحیفوں میں جماعت کا ذکر اور ہماری ذمہ داریاں

اس وقت میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس مضمون تک پہنچنے سے پہلے ہمیں ان حوالوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے جن میں ہمارا تشخص تاریخی لحاظ سے الٰہی کتب میں بیان کیا گیا ہے۔ ہم کیا ہیں؟ ہم سے کیا توقع رکھی جاتی ہے؟ کس مقصد کے لئے یہ زَرْعٍ کا سلسلہ شروع ہوا جس کا مسیحؑ نے ذکر کیا اور قرآن کریم نے فرمایا کہ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ ان لوگوں کی مثال انجیل میں یوں بیان ہوئی ہے کہ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ ایسی کھیتی کی طرح جس کی پتیاں باہر نکل آئیں اور زمیندار جانتے ہیں کہ شروع میں روئیدگی پتیوں کی شکل میں نکلتی ہے۔ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ پھر وہ اس کو مضبوط کر دے۔ فَاسْتَغْلَظَ: پھر ان پتیوں میں مضبوط ہو کر ایک قوت پیدا ہو جائے۔ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ: پھر وہ اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائیں۔ یعنی یہ اس کھیتی کی مثالیں ہیں جن کو بیج بونے والے بوتے ہیں اور پھر اس طرح کھیتی کی روئیدگی کو دیکھتے اور اپنی آنکھوں کے سامنے بڑھتا پھولتا پھلتا ہوا دیکھتے ہیں اور مضبوط ہوتا ہوا دیکھتے ہیں لیکن نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ بونے والوں کو بہت لطف آتا ہے لیکن جو انکار کرنے والے ہیں وہ اُن کی یہ برکتیں دیکھ دیکھ کر جلتے ہیں اور انہیں بہت طیش آتا ہے۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں بونے والوں سے مراد خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے جس نے بویا ہے۔ یہ کھیتی خدا ہی کے ہاتھ سے بوئی جاتی ہے مگر یہاں جو طرزِ بیان ہے اس میں خدا کے ہاتھ کا براہِ راست ذکر نہیں بلکہ زُرّاع ہیں بہت سے بونے والے ہیں جو بوتے ہیں۔ یہاں دراصل داعین الی اللہ کی ایک جماعت کا ذکر ہے جو کثرت کے ساتھ مختلف زمینوں میں بیج پھینکتے چلے جاتے ہیں اور وہ بیج جب اچھی زمینوں پر پڑتا ہے تو پھر جس کیفیت کے ساتھ جس شان کے ساتھ وہ روئیدگی دکھاتا اور نشو نما پاتا ہے اس کا یہ ذکر فرمایا گیا ہے جب زرّاع کے مضمون کو آپ پیشِ نظر رکھیں تو پھر حضرت مسیحؑ نے جو تمثیلات بیان کی ہیں ان کا سمجھنا نسبتاً آسان ہو جائے گا۔ ایک ہاتھ کا بیج کسی خاص کھیتی پر پڑتا ہے اور اُگ جاتا ہے۔ اگر وہ ہاتھ کسی ماہر کا ہاتھ ہو، ایسے شخص کا ہاتھ ہو جو اس مضمون کو سمجھتا ہو تو اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اُس بیج کو گندی زمینوں میں پھینک دے۔ اس کے لئے ممکن ہی نہیں کہ اس بیج کو وہ جھاڑیوں میں پھینک دے، چٹانوں پر پھینک دے۔ اس لئے یہاں خدا کا ہاتھ بیان نہیں فرمایا گیا۔ یہی حکمت اس کے پیشِ نظر ہے۔ مومنوں میں کچھ سادہ ہیں، کچھ زیادہ ذہین ہیں، کچھ تجربہ کار ہیں، کچھ ناتجربہ کار ہیں۔ تبلیغ میں ان کے ساتھ مختلف لوگوں کا واسطہ روزمرّہ پڑتا رہتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو چٹیل زمینوں کے ساتھ ہی نبرد آزمائی کرتے ساری عمر گنوا دیتے ہیں۔ بیج پھینکتے ہیں تو چٹیل زمینوں پر کچھ تھوڑا سا اُگتا بھی ہے لیکن مر جاتا ہے اسی طرح بعض ہیں جو ایسی جگہ بیج پھینکتے ہیں جہاں ارد گرد خونخوار درندے ہیں۔ دشمن ملّاں موجود ہیں، وہ تاک میں رہتے ہیں کہ ادھر بیج پھینکنے والا پیٹھ موڑے تو وہ واپس آکر اس کی کھیتی کو برباد کر دیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں اور واقعۃً ایسا ہوتا بھی ہے۔ کچھ ایسے سمجھ دار بیج پھینکنے والے ہیں جو اچھی زمینوں کا انتخاب کرتے ہیں اور پھر ان کی حفاظت کرتے ہیں، ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ ان کی کھیتیاں ہیں جو نشو نما پاتی ہیں اور قرآن کریم نے دورِ آخر میں جو مثال دی ہے وہ ایسے ہی لوگوں کی دی ہے۔ حضرت مسیحؑ نے تفصیل سے ان سب لوگوں کی مثال دی ہے۔ کسی نے یہاں بیج پھینک دیا کسی نے وہاں

پھینک دیا۔کسی کا بیج چٹانوں پر ضائع ہوگیا۔کسی کے بیج کو جانور چُگ گئے لیکن قرآن کریم نے اس تفصیل کے ساتھ اس مثال کو بیان نہ فرما کر ان لوگوں کی مثال دی ہے جو حکمت کے ساتھ اچھی زمین پر بیج پھینکتے ہیں اور یہ شانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم ہے جس کا ذکر چل رہا ہے۔فرمایا وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ صاحبِ حکمت لوگ ہیں۔صاحبِ عرفان لوگ ہیں وہ اپنے بیج کو ضائع نہیں کرتے۔ان کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ صلاحیت بخشی ہے کہ وہ اچھی زمینوں کا انتخاب کریں اور پھر اس بیج کی حفاظت کریں۔اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے اُگتا دیکھیں۔نشو نما پاتا دیکھیں۔اس کی ہریالی ان کی آنکھوں کو شاداب کرے اور دشمن غیظ وغضب میں مبتلا ہو مگر کچھ نہ کر سکے۔اس لئے جب میں مسیحؑ کی تمثیلوں کے ساتھ قرآن کریم کی تمثیلات کا موازنہ کرتا ہوں تو بالکل کھلم کھلی بدیہی بات ہے کہ قرآن کریم نے اس مضمون کو بہت زیادہ آگے بڑھا دیا ہے اور اس مضمون میں ایک غیر معمولی شان پیدا کر دی ہے۔

تبلیغ کا ایک گہرا نکتہ

اب میں مسیحؑ کے اس ذکر کو لیتا ہوں جس کے مقابل پر بعض اور آیات بھی آپ کے سامنے رکھوں گا جن میں یہ مضمون ایک اور شان کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔چونکہ مسیحؑ کا تعلق دورِ آخری سے ہے۔قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے دورِ آخر پر آپ کے جس غلام نے ظاہر ہونا ہے اس کو شانِ مسیحی عطا ہوگی۔اس کو مسیح کا نام دیا گیا ہے۔اس لئے ان تمثیلات کے ساتھ ہمارا تعلق ضرور ہے اور وہ تمثیلات ہمیں متنبہ کرنے والی ہیں کہ دیکھو تم پہلے مسیح کے دور پر ٹھہر نہ جانا۔تمہاری مثال اس سے ملتی ہے مگر تمہاری شان اس سے بڑی ہونی چاہیئے کیونکہ تم مسیح موسوی کے غلام نہیں، مسیحِ محمدی کے غلام ہو۔پس نظر رکھو کہ مسیحؑ نے کیا کیا تمثیلات بیان کیں۔ان میں سے جو بہتر ہیں وہ اپنے لئے چن لو۔قرآن کریم مومن کی شان یہ بیان فرماتا ہے کہ جب ان کے سامنے چیزیں بیان کی جائیں تو اَحسن کو اختیار کر لیتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ مختلف قسم کی تمثیلات ہو سکتی ہیں کچھ نسبتاً ادنیٰ، کچھ اس سے بہتر، کچھ اس سے بہت بہتر اور بعض اَحسن ہیں۔سب سے اچھی تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے غلاموں سے یہ توقع رکھی گئی ہے کہ تم ہر قسم کی تمثیلات سنو گے مگر اَحسن کو چننا کیونکہ تمہارا آقا اَحسن ہے۔جس کی غلامی کا دم بھرتے ہو وہ تمام انبیاء سے بڑھ کر ہے۔تمام تخلیق میں کوئی وجود اس شان کا پیدا نہیں ہوا۔پس اس کی نسبت سے تم اپنے اندر بھی ویسے ہی کمالات پیدا کرنے کی کوشش کرو۔اب حضرت مسیحؑ کی تمثیلات سنیں جن کا ان آیات سے تعلق ہے۔آپؑ فرماتے ہیں۔

> اُسی روز یسوع گھر سے نکل کر جھیل کے کنارے جا بیٹھا اور اُس کے پاس ایسی بڑی بھیڑ جمع ہوگئی کہ وہ کشتی پر چڑھ بیٹھا اور ساری بھیڑ کنارے پر کھڑی رہی ٥ اور اُس نے اُن سے بہت سی باتیں تمثیلوں میں کہیں کہ دیکھو ایک بونے والا بیج بونے نکلا ٥ اور بوتے وقت کچھ دانے راہ کے کنارے گرے اور پرندوں نے آکر انہیں چُگ لیا ٥ (یعنی ایک تبلیغ کرنے والا ایسا بھی ہے جس کی یہ مثال ہے)...اور کچھ پتھریلی زمین پر گرے جہاں اُن کو بہت مٹّی نہ ملی اور گہری مٹّی نہ ملنے کے سبب سے جلد اُگ آئے ٥ اور جب سورج نکلا تو جل گئے اور جڑ نہ ہونے کے سبب سے سوکھ گئے ٥ اور کچھ جھاڑیوں میں گرے اور جھاڑیوں نے بڑھ کر اُن کو دبا لیا ٥ اور کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے۔کچھ سو گُنا، کچھ ساٹھ گنا، کچھ تیس گُنا ٥ جس کے کان ہوں وہ سُن لے ٥ شاگردوں نے پاس آکر اُس سے کہا تُو اُن سے تمثیلوں میں کیوں باتیں کرتا ہے؟ اُس نے جواب میں اُن سے کہا اس لئے کہ تم کو آسمان کی بادشاہی کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے مگر اُن کو نہیں دی گئی ٥ کیونکہ جس کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا اور اُس کے پاس زیادہ ہو جائے گا اور جس کے پاس نہیں ہے اُس سے وہ بھی لے لیا جائے گا جو اُس کے پاس ہے ٥ میں اُن سے تمثیلوں میں اس لئے باتیں کرتا ہوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے ٥ اور اُن کے حق میں یسعیاہ کی یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے کہ تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے....

اس تمثیل کا جو دوسرا حصّہ ہے وہ بعد میں بیان ہوگا۔پہلے حصّہ کے متعلق قرآن کریم کی دو آیات جو ذہن میں ابھرتی ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔فرمایا:

> فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ
> وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا (سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۵)

کہ اُس بیج کی مثال یعنی اُس کام کی مثال جو ریاء کی خاطر کیا جائے جو خالصۃً اللہ کی رضا کی خاطر نہ کیا جائے، اس میں ریاء الناس کا پہلو شامل ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ چٹان پر گرے ہوئے بیج کی طرح ہے جس پر کچھ تھوڑی سی مٹّی ہو۔فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ پھر جب تیز بارش اس کو پہنچتی ہے۔فَتَرَکَہٗ صَلْدًا تو وہ مٹّی کو بہا لے جاتی ہے اور چٹان کو اسی طرح چٹیل چھوڑ دیتی ہے اس کلام الٰہی میں ایک بڑھی ہوئی حکمت یہ ہے کہ وہ لوگ جن کے بیج ضائع ہوتے ہیں ان کی اندرونی کمزوریوں کی بھی نشاندہی فرما دی گئی ہے۔ورنہ خالص مومن اور خالص متقی کا بیج ضائع نہیں ہوا کرتا۔فرمایا ہے کچھ بیج چٹانوں پر پڑتے ضرور ہیں لیکن مومن چٹانوں پر بیج نہیں پھینکا کرتے کیونکہ مومن صرف دکھاوے کی خاطر، اپنے نمبر بنانے کے لئے کام نہیں کیا کرتے کہ جی! ہم نے اتنی تبلیغ کر دی، اتنے آدمیوں تک پیغام پہنچا دیا۔رپورٹیں ایسی باتوں سے بھری ہوتی ہیں اور نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اس کے بعد یہ ہو گیا اور لوگ بھاگ گئے، اس کے بعد یہ ہو گیا اور کچھ فائدہ نہ پہنچا۔اس کے بعد یہ حادثہ پیش آگیا۔قرآن کریم نے مثال تو مسیح والی بیان کی لیکن دیکھیں اس میں کیسی عظمت پیدا کر دی۔جو طبیعت کا بہت ہی گہرا آشنا سا معالج ہو اس کی طرح مرض کی تشخیص بھی فرما دی۔فرمایا: ”اگر تم بیج پھینکو اور ہر دفعہ تمہارا بیج ضائع ہو جایا کرے اور جب بارش برسے تو وہ دور ہو جائے بجائے قریب آنے کے“ یہ مطلب یہ ہے کہ بجائے اُگ کر نشو نما پا کر تمہاری کھیتی بننے کے تمہارے ہاتھ سے جاتا ہے اُس وقت سمجھو کہ تمہارے اندر کوئی قصور تھا اور واقعۃً یہ ہے کہ مسیحؑ نے جو مثال دی ہے وہ تو روزمرّہ کے واقعہ کی ایک عام مثال ہے۔دھوپ

نکلی اور بیج ضائع ہوگیا۔ بارش کے ساتھ بیج کے ضائع ہونے کا تعلق، یہ ایک بہت ہی غیر معمولی مضمون ہے اور نئی شان کا مضمون ہے جس کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جب الٰہی تجلیات زور دکھاتی ہیں جب خدا تعالیٰ کے جلوے کثرت سے نازل ہوتے ہیں اور جماعت کو ترقیات ملتی ہیں تو ایسے لوگ پھر ساتھ نہیں دے سکتے، جن کے اندر کمزور سا تعلق پیدا ہوا ہوتا ہے، وہ اُن مطالبوں کو پورا نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت میں اُن سے جو توقعات پیدا ہوتی ہیں اُن میں وہ ساتھ چل نہیں سکتے چنانچہ ان کی موت بڑھتے ہوئے جلوے بن جاتی ہے لیکن چٹان پر بیج پھینکا اور پھر دھوپ نے روز اس کو جلادیا، یہ روزمرّہ کا ایک ایسا معاملہ ہے جس کا انسانی صفات کے ساتھ کوئی گہرا تعلق نہیں ہے لیکن قرآن کریم نے جو مضمون بیان فرمایا ہے اس کا ایمانیات کے ساتھ اور عملاً جس طرح روز بروز واقعات رونما ہوتے ہیں ان کے ساتھ ایک بہت گہرا اور حقیقی تعلق ہے پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نے تبلیغ کی اور بیج پھیلا دیئے اور بدقسمتی ایسی ہے کہ یہ زمین سنگلاخ ہے۔ ان کو قرآن کریم کی مثال کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ سنگلاخ زمین پر تم نے بیج پھینکا کیوں تھا اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ساری زمین سنگلاخ ہے بلکہ قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ سنگلاخ ہونے کے باوجود یہ امکان موجود ہے کہ پتھر دل پھٹ پڑیں اور اُن سے چشمے بہہ جائیں۔ پس اگر تم دُعائیں ساتھ کرو اور رضائے باری تعالیٰ کی خاطر کام کرو تو پھر تم سے جو غلطیاں ہوں گی اس کے بھی نیک ہی نتیجے نکلیں گے۔ پس تبلیغ کا بہت گہرا نکتہ سمجھایا گیا ہے اور اپنے نفس کا تجزیہ کرنے کا ایک طریق ہمیں سکھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بیج کو برکت دینے کے وعدے

پھر مسیحؑ نے اس بیج کی مثال دی جو نشو نما پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت دینے کے جو وعدے مسیحؑ سے کئے تھے ان کا ذکر فرمایا ہے اس کے مقابل پر کچھ وعدے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بھی کئے گئے اور ان کی نشو نما کا بھی ذکر کیا گیا۔ اب دیکھیں ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ مسیحؑ کہتے ہیں:۔

"کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے۔ کچھ سو گنا کچھ ساٹھ گنا کچھ تیس گنا ○ جس کے کان ہوں وہ سن لے ○

جبکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

(البقرہ: آیت ۲۶۲)

کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلامو! تمہیں خوشخبری ہو۔ تمہاری مثال مسیح کے بیج پھینکنے والے جیسی مثال نہیں ہے جس کو زیادہ سے زیادہ سو گنا پھل لگتا تھا۔ اُس سے نیچے اُتر کر ساٹھ گنا یا پھر اُس سے بھی کم۔ فرمایا تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غلام ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی برکت سے تم سے یہ وعدہ ہے کہ.... حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ والی مثال ایسے بیج کی طرح ہوگی جس میں سات بالیاں نکلیں۔ سُنبل، بالی کو کہتے ہیں۔ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ اور ہر بالی میں سو سو دانے لگے ہوئے ہیں۔ کہاں یہ کہ زیادہ سے زیادہ سو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں سے ہمارا یہ وعدہ ہے کہ اگر تم ایسی جگہ بیج پھینکو گے جو زرخیز ہو اور تقویٰ کے ساتھ پھینکو گے تو خود تمہاری مثال بیج کی سی ہو جائے گی جو نشو نما پاتے ہوئے ایسی نشو نما پاتا ہے کہ اس میں ایک ایک دانے سے سات سات بالیاں نکلتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانے لگتے ہیں یعنی سات سو گنا زیادہ لیکن یہ بھی تو ایک محدود وعدہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تو ترقی کی تمام حدیں پھلانگ دی تھیں۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ یہ نہ سمجھنا کہ سات سو پر بات ختم ہو جائے گی۔ اگر تم اس کی کامل پیروی کرو گے تو یہ وہ رسولؐ ہے کہ تم سے لامتناہی ترقیات کا وعدہ ہے۔ باقیوں سے جو آگے بڑھ جائیں گے اُن کے لئے کوئی حد بندی نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ وہ جتنا چاہے گا بڑھاتا جائے گا۔ جس کے لئے چاہے گا اور زیادہ بڑھاتا چلا جائے گا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ: اللہ تعالیٰ بہت وسعت دینے والا ہے اور بہت علیم ہے۔ علیم کا تعلق انسان کے اندرونی حالات سے ہے اور خدا تعالیٰ کا فضل جو غیر معمولی طور پر نازل ہوتا ہے وہ انسان کی اندرونی تمناؤں کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اگر خدا کی راہ میں غیر معمولی قربانیوں کی تمنائیں تڑپ رہی ہوں اور انسان ہمیشہ اس خیال میں کھویا رہے کہ میں کچھ اور بھی کروں، کچھ اور بھی کروں لیکن انسانی توفیق محدود ہو اور وہ ان تمناؤں کو پورا نہ کر سکے تو اس سے آگے پھر فضل الٰہی کے ساتھ اس مضمون کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جتنا کماتا ہے اُس سے زیادہ خدا دیتا ہے جیسا کہ گناہوں کے متعلق بھی گنہگار کہتے ہیں۔ ؎

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد

کہ خدا جو گناہ ہم نہیں کر سکے اُن کی حسرت کی ہی داد دے دے۔ خدا تعالیٰ ان نیکیوں کی داد دیتا ہے جو انسان نہیں کر سکتا اور اس کا بھی دل سے تعلق ہے، تو فرمایا ہے کہ واسع تو وہ ہے لیکن علیم بھی ہے۔ اگر تمہارے دل میں لامتناہی خدمت کی تمنائیں ہیں اور توفیق نہیں ہے تو خدا تم سے وعدہ کرتا ہے جس کے تم غلام ہو اس کی برکت سے اس کی محبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں لامحدود عطا کرے گا۔ تمہارے ساتھ سو یا دو سو یا چار سو یا سات سو دانوں کا وعدہ نہیں ہوگا بلکہ لامتناہی ترقیات ہوں گی۔

نبیوں اور راستبازوں کی آرزو

پھر آگے یسعیاہ کی پیشگوئی شروع ہوتی ہے حضرت مسیحؑ نے اس کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ آج ہم جس دور میں سے گزر رہے ہیں یہ وہی دور ہے جس پر یسعیاہ کی پیشگوئی صادق آتی ہے اور وہ پیشگوئی کیا تھی۔

"تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے اور آنکھوں سے دیکھو گے پر ہرگز معلوم نہ کرو گے ○ کیونکہ اس امت کے دل پر چربی چھا گئی ہے اور وہ کانوں سے اونچا سنتے ہیں اور انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں اور کانوں سے سنیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لائیں اور میں اُن کو شفا بخشوں ○

یعنی ڈرتے ہیں کہ ہم سے یہ نہ ہوجائے۔ اس مضمون کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا:۔

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ (البقرہ: آیت ۸)

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگادی ہیں۔ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ اور اُن کے کانوں پر بھی مہریں لگادی ہیں۔ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ اور اُن کی آنکھوں پر جھلّیاں آگئی ہیں جیسے موتیا بند کے ساتھ آنکھوں کے اوپر جھلّی آجاتی ہے اور وہ دیکھ نہیں سکتیں۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں موسوی اُمّت کی جو حالت تھی اس کا ایک گہرا تعلق مسیح کی آمد ثانی کے دور سے ہے اور لازم تھا کہ وہ علامتیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے ان لوگوں میں پائی جائیں جو اپنی بیماریوں کی وجہ سے ایک مسیحی نفس کا تقاضا کر رہے تھے۔ جن پہلی بیماریوں نے مسیح اوّل کا تقاضا کیا تھا اور مسیحؑ نے ان لوگوں کو شفاء بخشی تھی جنہوں نے اسے قبول کیا۔ لازم تھا کہ یہ بیماریاں جب دوبارہ سر اٹھائیں تو وہی آزمودہ نسخہ دوبارہ آسمان سے اُتارا جائے۔ مسیحؑ کی آمد ثانی کا یہ راز ہے مگر جن لوگوں کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہوں وہ بھی نہیں دیکھتے اور جو گھبراتے ہیں کہ اگر ہم نے دیکھا تو صداقت قبول کرنی پڑے گی اور دنیا کے پھندے ان کو توفیق نہیں دیتے کہ وہ آزاد ہو کر صداقت کی طرف بڑھ سکیں اُن کا حال بھی اندھوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ کچھ وہ ہیں جو سُن نہیں سکتے کیونکہ اُن کے کانوں پر مہریں ثبت ہیں اور سنائی دیتا ہی نہیں، ان معنوں میں کہ لمبے عرصہ کی غفلتوں کے نتیجہ میں لمبے عرصہ کی ٹیڑھی سوچوں کے نتیجہ میں واقعۃً ان کو سچّا پیغام سمجھ ہی نہیں آسکتا لیکن ایسے بھی ہیں جو ڈرتے ہیں کہ ہم سمجھ جائیں گے اور اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ ایسے لوگوں کی مثال دی ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو وہ موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں تو مراد یہ ہے کہ کچھ بہرے نہیں بھی ہوتے لیکن آوازوں کے خوف سے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیا کرتے ہیں تو ایسے بھی بعض سننے والے ہیں جن کے اندر شنوائی کی رمق موجود ہوتی ہے لیکن ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ نہ ہو کہ ہم سمجھ ہی جائیں اور مجبور ہو جائیں اور پھر ان کی پیروی کرنی پڑے اور پھر دنیا سے تعلقات کاٹنے پڑیں۔

اس ضمن میں آخری فقرے یہ بیان کئے گئے ہیں کہ " تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں "۔ پہلے وہ لوگ ہیں جن کا ذکر " خَتَمَ اللّٰہُ " کے تابع ہے کہ وہ تو ملبی بدکرداریوں کی وجہ سے سننے سے ہی محروم رہ گئے۔ دیکھنے سے ہی محروم اور ان کے دل غافل ہو چکے ہیں ان کو کچھ سمجھ نہیں آسکتی۔ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُہَا۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ اس مضمون کو یوں بیان فرمایا کہ گویا اُن کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔ تالے پڑ گئے ہوں تو کوئی چیز اندر جاتی ہی نہیں مگر کچھ اَور بھی ہیں جہاں چیزیں آتی جاتی ہیں اور تالے نہیں پڑے ہوئے مگر اچھی چیزوں کے لئے وہ تالے لگا لیتے ہیں اور بُری چیزوں کے لئے کھول دیتے ہیں اُن کا ذکر حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ

" انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں اور کانوں سے سنیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لائیں اور میں ان کو شفا بخشوں لیکن مبارک ہیں تمہاری آنکھیں اس لئے کہ وہ دیکھتی ہیں اور تمہارے کان اس لئے کہ وہ سنتے ہیں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کو آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھا "۔

یہ مسیحؑ کے وہ کلمات ہیں جو بڑی شان کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے دورِ آخر پر صادق آتے ہیں اور اس میں جماعت احمدیہ خصوصیّت سے مخاطب ہے کہ

" لیکن مبارک ہیں تمہاری آنکھیں اس لئے وہ دیکھتی ہیں اور تمہارے کان اس لئے کہ وہ سنتے ہیں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کو آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھا "۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر ہے ؎

مقامِ او مبیں از راہِ تحقیر
بدورانش رسولاں ناز کردند

کہ اس مسیحؑ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو تحقیر کی نظر سے نہ دیکھو۔ " بدورانش رسولاں ناز کردند " اس کے دور پر تو رسول ناز کرتے تھے۔ کئی غیر احمدی مولوی اپنی جہالت میں اعتراض کرتے ہیں کہ دکھاؤ کہاں رسولوں نے مسیح موعودؑ کے دور پر ناز کیا ہوا ہے۔ ان جاہلوں سے پوچھو کہ اگر مسیح موسویؑ کے دور پر رسول ناز کرتے تھے تو مسیح محمدیؑ کے دور پہ کیوں ناز نہیں کریں گے۔ اس مسیحِ محمدیؑ کے متعلق جس کے دور کی خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم نے خبریں دی ہیں، جس کا قرآن میں ذکر ملتا ہے۔ کیسی جہالت ہے کہ مسیح موسویؑ جب یہ بات کہتے ہیں تو بغیر چیلنج کے قبول کرتے اور کہتے ہیں آمنّا وصدّقنا۔ ہاں اے مسیح! تیرا دور ایسا ہی تھا کہ جس پر رسول ناز کریں۔

پہلے نبیوں کی دو قسم کی خبروں کا ذکر

جب مسیحِ محمدی یہی اعلان کرتا ہے تو کانوں میں انگلیاں ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توبہ توبہ، کیسی بات کر گیا ہے۔ محمد کا مسیح ہو اور اس کے دور پہ رسول ناز کریں، کتنی بڑی گستاخی ہے۔ جتنی بڑی تم گستاخی سمجھتے ہو اتنی بڑی تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے دربار میں گستاخی کرتے ہو۔ ان کی شان میں گستاخی کرتے ہو کیونکہ آپؐ کا مقام اور آپؐ کے غلاموں کا مقام، یہ دونوں مقام وہ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں " مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ " کے ساتھ فرمایا گیا ہے اور کوئی ان مقامات کو الگ نہیں کر سکتا اور ساری کائنات میں ہر زمانہ میں تلاش کر کے دیکھو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کی شان کا نہ کوئی رسول پیدا ہوا نہ اس شان کے متبعین پیدا ہوئے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کو نصیب ہوئے اور یہ بات دونوں ادوار پر یکساں صادق آتی ہے۔ دورِ اوّل پر بھی اور دورِ آخر پر بھی۔ پس مسیحؑ کے اس فقرے کو سنیں، دیکھیں کتنا معنی خیز ہے اور مسیح اوّلؑ، مسیح ثانیؑ کی کیسی تائید کر رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

" کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کی آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھا اور جو باتیں تم سنتے ہو سنیں مگر نہ سنیں "۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اقتباس پر اس ذکر کو ختم کرتا ہوں۔

ایک چھوٹی سی الگ بات اَور بھی کرنے والی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"دیکھو! آج میں نے بتلا دیا۔ زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اُترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔"

(تبلیغِ رسالت، جلد دہم)

اس میں پہلے نبیوں کی دو قسم کی خبروں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک وہ خبر جس کا ذکر اُس شعر میں ہے کہ "بد درانش رسولاں نازکردند" جس کا ذکر حضرت مسیحؑ نے اپنی تمثیلات کے ساتھ بیان فرمایا اور وہ میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنایا ہے لیکن نبیوں کے ہاں ایک اور بھی ذکر ملتا ہے جو اِنذاری حکم ہے اور اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"دیکھو! آج میں نے بتلا دیا۔ زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اُترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔"

مگر اس خبر کے مصداق احمدی نہیں ہیں۔ اس خبر کے مصداق وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسیح موعودؑ کا انکار کیا اور اپنی غفلت اور لاعلمی یا جہالت یا کجی کے نتیجہ میں وہ نیکی کی طرف پیٹھ پھیر کر بدیوں کی طرف بگٹٹ دوڑے چلے جارہے ہیں۔ ان کی ہلاکت کا زمانہ قریب ہے۔ عالمی ہلاکت کی وہ پیشگوئیاں جو اس سے پہلے گزر چکیں اب جو آنے والی ہے، اب جو پوری ہونے والی ہے وہ اُن سے بہت زیادہ شدید ہوگی۔ اس لئے ساری دنیا کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ان خوش نصیبوں کو کام کرنا ہے جن کی اچھے لفظوں میں بلکہ رشک کے ساتھ پرانے نبیوں نے پیشگوئیاں کی تھیں۔

جماعت احمدیہ کیلئے خوشخبری

آپ کون ہیں۔ آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کردے گا (یہ انذار اپنی جگہ مگر یہ انذار تمہارے لئے نہیں ہے) تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔"

(بہت ہی خوبصورت کلام ہے۔ قرآن کریم نے جو زُرّاع فرمایا وہاں انسان بونے والے تھے اب یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ بیج اصل میں خدا کا ہے۔ بونے والے ہاتھ خواہ انسان کے ہوں لیکن جو بیج ہے یہ خدا کا ہے۔) پس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے......"

یہ جو ابتلاء آتے ہیں ان کے ساتھ کچھ خشک پتے جھڑ جاتے ہیں۔ کچھ خشک ٹہنیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور جلائی جاتی ہیں لیکن جو کچھ بچتا ہے وہ مزید نشوونما پاتا ہے اور حیرت انگیز طریق پر پھولتا اور پھلتا ہے اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ پس بدنصیب ہیں وہ جو دورِ ابتلاء میں گر جائیں اور بہار کا زمانہ نہ دیکھیں۔ فرماتے ہیں۔

"... وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے ...."

اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر کی جماعتیں شامل ہیں جنہوں نے گذشتہ دورِ ابتلاء میں لمبے صبر کے نمونے دکھائے۔ کچھ براہِ راست تکلیفوں میں مبتلا کئے گئے کچھ اپنے پیاروں کی تکلیفوں میں مبتلا ہوئے۔ ان سب کے لئے خوشخبری ہے۔ فرماتے ہیں۔

"..... مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔" (الوصیّت)

یہ وہ دوسرا دور ہے جس میں خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ داخل ہو چکی ہے اگرچہ اس عرصہ میں کبھی بھی جماعت احمدیہ پر برکتوں کے دروازے بند نہیں ہوئے بلکہ جس تیزی کے ساتھ برکتوں کے نئے نئے ابواب کھل رہے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر برکتوں کے نزول کے لئے ہر روز نئے دروازے کھولے جارہے ہیں اور ڈھیروں برکتیں پھینکی جارہی ہیں۔ یہ وہ دور ہے جس میں بعض دفعہ یوں لگتا ہے کہ برکتیں سنبھالی نہیں جائیں گی۔ وہ لوگ جو باغوں کا تجربہ رکھتے ہیں ان کو پتہ ہے۔ ایک زمانہ ہوتا ہے کہ انتظار ہوتا ہے اور کبھی کھٹا پھل بھی ہاتھ آجائے تو انسان اس کو دیکھ دیکھ کر چکھ چکھ کر کچھ لُطف اٹھاتا ہے اور انتظار کرتا ہے کہ ٹپکہ لگے اور کبھی کوئی پکا ہوا پھل بھی میسر آجائے۔ پھر وہ دور آتا ہے کہ پھل پکنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر اس طرح پکتے ہیں کہ زمینداروں سے سنبھالے نہیں جاتے۔ باغبانوں سے بھی سنبھالے نہیں جاتے اور وہ جو پہلے ایک ایک پھل کی حفاظت کر رہا ہوتا تھا وہ زمیندار بعض دفعہ دعوتِ عام دے دیتا ہے کہ آؤ اور جو توڑ سکتا ہے توڑے اور کھائے تو خدا کی برکتیں اس طرح نازل ہوا کرتی ہیں اور میں یہ سمجھ رہا ہوں بلکہ دیکھ رہا ہوں کہ احمدیت کے لئے وہ زمانہ سامنے آکھڑا ہوا ہے۔ اب آسمان سے اس تیزی کے ساتھ پھل گریں گے کہ ان کے سنبھالنے کی فکر کریں۔ اب فصلیں کاشت کرنے سے زیادہ فصلیں سنبھالنے کا وقت آیا کھڑا ہے کیونکہ پھل پک چکے ہیں اور انشاء اللہ ساری دنیا ان برکتوں کی گواہ ہوگی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے جس کے ضمن میں پہلے ایک تمہید میں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام کا خلافت رابعہ سے تعلق

آپ میں سے اکثر کو یاد نہیں ہوگا جیسا کہ مجھے بھی یاد نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جمعرات کو منصب خلافت پر فائز فرمایا اور وہ جون کی ۱۰ تاریخ تھی اور اگلے دن ۱۱ تاریخ کو جمعہ تھا۔ کل امام صاحب نے نماز پر آتے ہوئے مجھے کہا "مبارک ہو"۔ میں نے کہا "کس بات کی؟" مجھے تو کوئی خاص خیال ہی نہیں تھا۔ میں نے کہا شاید باہر سے کوئی اچھی خبر آئی ہے۔ انہوں نے کہا "آپ کی خلافت کے ۱۱ سال پورے ہو گئے اور بارہواں شروع ہو رہا ہے"۔ اس پر سوچتے ہوئے میرا ذہن ایک اور الہام کی طرف بھی منتقل ہو گیا اور وہ ہے۔

بعد ۱۱۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ابھی پرسوں اس الہام کی بات ہمارے گھر چل رہی تھی تو میں نے کہا شاید خدا کے ہاں یہ مقدر ہو کہ ہماری ہجرت کے ۱۱ سال ہوں اور گیارہ سال کے بعد ہم واپس وطن چلے جائیں۔ جب امام صاحب نے کہا کہ آپ کی خلافت کے ۱۱ سال پورے ہو گئے اور بارہویں میں داخل ہو گئے ہیں، تو میں نے کہا کہ مجھے تو پھر خدا پر حسن ظنی کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیئے کہ اس الہام کے اس رنگ میں بھی پورے ہونے کے دن آ گئے ہیں کہ خلافت رابعہ کے گیارہ سال کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ہوگا ضرور، وہ کیا ہوگا؟ اس کا تعلق دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگرچہ اس الہام کو بابو الٰہی بخش کی موت پر بھی لگایا ہے لیکن جہاں عموماً ذکر ملتا ہے وہاں بنیادی بات یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ بات اس الہام سے قطعی ہے کہ یہ الہام میری صداقت کے اظہار کے لئے ظاہر ہوگا اور بڑی شان کے ساتھ ہوگا۔ حضرت مصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پارٹیشن کے وقت اپنی ہجرت کے وقت کے ساتھ بھی اس الہام کے مضمون کو باندھا تو بعض چیزیں ذوالوجوہ ہوتی ہیں۔ ایک شان سے بھی پوری ہوتی ہیں، دوسری سے بھی، تیسری سے بھی مگر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس الہام کو جتنی اہمیت دی ہے اور جس غیر معمولی نشان کے طور پر اس کو سمجھا ہے بعید نہیں کہ اس کا زمانہ اب قریب میں آنے والا ہو کیونکہ پاکستان میں خصوصیت کے ساتھ اور بعض دوسرے ملکوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب میں تمام حدیں پھلانگی گئی ہیں۔ بے حیائی کی کوئی بات چھوڑی نہیں گئی۔ اس لئے اس کے مقابل پر خدا تعالیٰ کی طرف سے عالمی نشان ظاہر ہونے چاہئیں ایک وہ نشان ہے جو آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی جماعت کو ایک جمعہ پر ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی توفیق بخشی ہے اور دنیا کے کونے کونے پر ایک بھی جگہ نہیں نہ شمال میں نہ جنوب نہ مشرق میں نہ مغرب میں جہاں جماعت احمدیہ کے امام کا خطبہ جمعہ دیکھا اور سنا نہ جا سکتا ہو تو یہ بھی ایک بہت بڑا نشان ہے لیکن بعد ۱۱ نہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بعد ۱۱۔ اس سے بھی بہت بڑا نشان ہوگا یا اسی نشان کی کوئی ایسی شان ظاہر ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کے لئے قوموں کے دل تیار ہوں گے اور یہ جو نحوست کا دور ہے نحوست سی چھائی ہوئی ہے یہ دور انشاء اللہ دور بہار میں بدل جائے گا۔ اس توقع کے ساتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری ثابت نہ کرے ....."

یہ ایک دور وہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے پہلے بہت سے نشانات کی صورت میں ظاہر ہو گیا اور انہی نشانات میں سے ایک الٰہی بخش کذاب کی موت کا نشان تھا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفصیل سے فرمایا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

"... اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱ دسمبر ۱۹۰۰ء روز پنجشنبہ کو یہ الہام ہوا۔

بر مقام فلک شدہ یارب
گر امیدے دہم مدار عجب

بعد ۱۱۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے یا گیارہ سال مگر بہرحال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا"

(اربعین نمبر ۴ صہ ۲۱ حاشیہ)

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بعض الہام ذوالوجوہ ہوتے ہیں۔ گیارہ سال تک آپؑ نے فرمایا ایک شان کے ساتھ پورا ہو گیا۔ اگر یہ اس کی آخری حد ہوتی تو حضرت مصلح موعودؓ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساری جماعت سے بڑھ کر عرفان تھا وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ میری ہجرت پر بھی یہ الہام لگ گیا ہے اس لئے تذکرہ میں نیچے یہ نوٹ ہے کہ بعض الہام ذوالوجوہ ہوتے ہیں تو اگر ایک معنی میں پورا ہوا ہے تو ایک اور معنی میں پھر بھی پورا ہو سکتا ہے جس کا بنیادی تعلق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت سے ضرور ہوگا۔ یہ مضمون ہے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو اس کے لئے دعا کی طرف توجہ ہو اور خصوصیت سے دعا کریں کہ بعد ۱۱۔ کا جو دور شروع ہو رہا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کناروں سے کناروں تک بھر برکتوں سے بھر دے۔ فرماتے ہیں۔

"بر مقام فلک شدہ یارب
گر امیدے دہم مدار عجب

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری دہائی اب آسمان پر پہنچ گئی ہے....."

اس مضمون کا جماعت احمدیہ کی آج کی دہائی سے بڑا گہرا تعلق ہے تکلیفوں کا اتنا لمبا عرصہ گزرا ہے۔ پاکستان میں احمدیوں نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ واقعۃً احمدیوں کی بعض راتیں دہائیاں دیتے گزر گئیں اور مسلسل دہائیاں دیتے رہے ہیں۔ لفظ دہائی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال کیا ہے اس سے بہتر یہ مضمون بیان نہیں ہو سکتا تھا اور جماعت احمدیہ کے حالات پر یہ بہترین طور پر صادق آتا ہے تو لفظ دہائی کا یہ بہت پیارا استعمال ہے۔ فرمایا:

"... تیری دہائی اب آسمان پر پہنچ گئی ہے۔ اب میں اگر تجھے کوئی امید اور بشارت دوں تو تعجب مت کر۔ میری سنت اور موہبت کے خلاف نہیں۔ بعد ۱۱۔ انشاء اللہ"

فرمایا اس کی تفہیم نہیں ہوئی۔ تو ایک دفعہ امید ظاہر فرمائی ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں گے لیکن ساتھ ایک اور دروازہ یہ فرما کر کھول دیا کہ اس کی تفہیم نہیں ہوئی۔ یعنی جو معنی میں بیان کرتا ہوں میں اپنی امید اور توقع کے مطابق

بیان کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معیّن تفہیم نہیں ہوئی۔ پس جب خدا نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہے تو کیوں نہ ہم توقع رکھیں کہ اس دور میں بھی خدا اس الہام کو اس شان کے ساتھ پورا کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے کل عالم میں، چہار دانگ عالم میں ڈنکے بجنے لگیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ ہم اپنے کانوں سے ان تصدیق کی آوازوں کو سنیں۔ اپنی آنکھوں سے دور ظفر موج کو دیکھیں اور ہماری آنکھیں بھی ٹھنڈک پائیں اور دل بھی شاداں ہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو اور جلد تر ہو۔

بقیہ سنہری اصول

۲۸ دسمبر۔ مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۳ فروری ۱۹۹۳ء)

شہریوں کے حقوق مساوی ہیں

۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا قوم کا موجودہ نظریہ کہ ایک ریاست کے مختلف مذاہب کے ماننے والے شہریوں کو مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں اسلام میں پایا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا "یقیناً"۔ (تحقیقاتی عدالت میں امام جماعت احمدیہ کا بیان۔ شائع کردہ احمدیہ کتابستان حیدر آباد سندھ صہ ۱۹)

سیرتِ رسولؐ

کیا یہ حقیقت نہیں کہ :

◎۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سربراہ مملکت ہوتے ہوئے خیبر کی ایک یہودی عورت کی دعوت قبول کی ؟

◎۔ کیا ایک یہودی کا جنازہ گذرا تو آپ احتراماً کھڑے نہیں ہوئے اور یہ کہنے پر کہ حضور یہ یہودی کا جنازہ ہے آپ نے نہیں فرمایا کہ کیا یہ مخلوق جاندار نہیں تھی۔ الیست نفسا۔

◎۔ کیا بوقت وفات آپ کی زرہ یہودی کے پاس رہن نہیں تھی یعنی یہود سے آپ کی DEALING نہ تھی۔

◎۔ کیا آپ یہودی کی عیادت کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔

◎۔ کیا نجران کے عیسائی وفد کو آپ نے مسجد میں نہیں ٹھہرایا۔ ان سے مذہبی تبادلہ خیالات نہیں فرمایا۔

خدارا یہ ثابت کیجئے کہ اسلام آزادی ضمیر، حریت فکر کا ہی علمبردار نہیں۔ وہ مذہب کو وطن میں اختلاف کا باعث نہیں بناتا بلکہ اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔

تم بھی اے کاش کبھی دیکھتے سنتے اُس کو!

نُوروں نہلائے ہوئے قامتِ گُلزار کے پاس
اِک عجب چھاؤں میں بیٹھے رہے ہم یار کے پاس

اُس کی ایک ایک نگہ دل پہ پڑی ایسی کہ بس
عرض کرنے کو نہ تھا کچھ لبِ اظہار کے پاس

یُوں ہم آغوش ہوا مُجھ سے کہ سب ٹُوٹ گئے
جتنے بھی بُت تھے صنم خانۂ پندار کے پاس

تُم بھی اے کاش کبھی دیکھتے سنتے اُس کو
آسماں کی ہے زباں یارِ طرحدار کے پاس

یہ محبت تو نصیبوں سے مِلا کرتی ہے
چل کے خُود آئے مسیحا کسی بیمار کے پاس

یُونہی دیدار سے بھرتا رہے یہ کاسۂ دل
یُونہی لاتا رہے مولا ہمیں سرکار کے پاس

پھر اُسے سایۂ دیوار نے اُٹھنے نہ دیا
آکے اِک بار جو بیٹھا تیری دیوار کے پاس

تُجھ میں اک ایسی کشش ہے کہ بقولِ غالبؔ
خُود بخود پہنچے ہے گُل گوشۂ دستار کے پاس

تیرا سایہ رہے سر پہ تو کسی حشر کی دُھوپ
سر دپڑ جائے جو آئے بھی گنہگار کے پاس

عبید اللہ علیم

"اُس سال کو انسانیت کا سال بنائیں
جتنی طاقت ہے اس کے مطابق دنیا کو صحیح پیغام پہنچائیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مذہب اور وطنیّت کا تصوّر، سیرت رسولؐ کی روشنی میں

ایک سُنہری اصول

مکرم مولانا غلام باری سیف مرحوم

مکّی زندگی کے ترپن ۵۳ سالہ دور میں خدا کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے بھی باہم گزر رہا جا سکتا ہے۔ آپ نے ہر قسم کی زیادتی، ظلم اور جور وجفا کو برداشت کیا لیکن تحمّل اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

عقبہ ثانیہ جو ہجرت سے کچھ پہلے مکّہ کی ایک گھاٹی میں پیش آیا آپ نے اپنے صحابہ سے مقابلہ کی اجازت پر یہی فرمایا: مجھے لڑنے کی اجازت نہیں، برداشت اور صبر کا حکم ہے۔ (ابن ہشام جز اول، جلد ثانی صہ ۳۰۵ ، زیرِ عنوان اسماء النقبی الاثنی عشر وتمام خبر الحقبۃ) اس کے باوجود آپ نے مظلوموں کا حق دلوانے کے لیے 'حلف الفضول' کے معاہدہ کی رکنیت قبول فرمائی اور جب ایک بدو نے شکایت کی کہ ابوجہل میرا فلاں حق نہیں دیتا اور قریش نے اسے یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا کہ اب دیکھتے ہیں ابوجہل سے کس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا حق دلاتے ہیں تو قریش کے اس سردار سے آپ نے اس دیہاتی کا حق دلایا۔ اس معاہدہ کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ ہم ہر مظلوم کا حق اسے دلائیں گے۔ (ابن ہشام جلد اول صہ ۸۷ زیرِ عنوان حلف الفضول) یہ معاہدہ عبداللہ بن جدعان کے مقام پر ہوا تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے۔ اور مکّی زندگی میں قوم نے آپ کو امین یعنی امانت کا حق ادا کرنے والا اور دیانتدار کا لقب عطا فرمایا۔ خانہ کعبہ میں حجرِ اسود نصب کرتے وقت جب جھگڑے نے طول کھینچا اور اور قریب تھا کہ تلواریں بے نیام ہو جائیں آپ نے اس کا حل فرمایا جو سب کو قبول ہوا۔

ان سطور سے خاکسار کا مقصد یہ ہے کہ باوجود اختلافِ عقیدہ آپ نے اللہ کے حکم کے تحت صبر، برداشت، حسن اخلاق، نیک سیرت سے انہیں قائل کیا۔ لیکن عقیدہ میں مُداہنت نہیں دکھائی بلکہ ہر حالت میں عسر و یسر میں آپ نے دعوت الی اللہ کو جاری رکھا اور نیک کاموں میں ان سے تعاون جاری رکھا اور اپنے ساتھیوں کو دعا، درگذر اور صبر کی ہی تلقین فرمائی (ابن ہشام جلد اول جز ثانی صہ ۳۲، زیرِ عنوان نزول اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القتال)۔ مکی زندگی کے اس پہلو کو ذہن میں رکھیے اور آئیے اب ہم آگے بڑھتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے ہجرت کی اجازت دے دی کہ اہل مکہ نے آپ کو اس پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے آپ کا معاشی بائیکاٹ کیا مسلمان شعب ابی طالب میں محصور ہو کر رہ گئے۔ کھانے پینے حتیٰ کہ بچوں کے لیے دودھ تک انہوں نے روک دیا تو آپ اللہ کے اِذن کے تحت مدینہ روانہ ہو گئے۔ ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء بمطابق ۱۴ سن نبوی۔ آپ مدینہ کے لیے رات کو اس حالت میں گھر سے نکلے کہ مکان کے چاروں طرف تلوار بردار آپ کو قتل کے ارادہ سے گھیرے ہوئے تھے۔

مدینہ میں ایک مملکت کا قیام

مدینہ میں اس وقت پانچ قومیں آباد تھیں۔ یا چار مختلف مکاتبِ فکر مقیم تھے۔ ۱۔ مسلمان۔ مکہ کے مہاجر اور ساکنین مدینہ) ۲۔ مدینہ کے یہود۔ ۳۔ مدینہ کے نصرانی یعنی عیسائی۔ ۴۔ مدینہ کے غیر مسلم جن میں مشرک اور دیگر مختلف الخیال لوگ تھے۔ بعض نے مکہ کے مسلمان اور مدینہ کے مسلمانوں کو الگ الگ شمار کر کے پانچ قرار دیا ہے لیکن عقیدہ کے لحاظ یہ چار قومیں تھیں جن کے عقیدے، شریعت، رسم و رواج الگ الگ تھے مدینہ پہنچ کر جہاں آپ نے مکہ سے ہجرت کرنے والے اور مدینہ کے رہنے والے انصار کے درمیان بھائی چارہ یعنی مواخاۃ قائم فرمائی، وہاں اس نئی مملکت کے رہنے والے سب باسیوں کے درمیان ایک معاہدہ تحریر کیا جسے اسلامی مملکت کا پہلا تحریری دستور یا آئین قرار دیا گیا۔ اس کی نمایاں دفعات درج ذیل ہیں:۔

◎— یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے۔ دفاعی اخراجات مشترکہ طور پر ادا ہوں گے۔ الفاظ یہ تھے۔ وان الیھود ینفقون مع المومنین ماداموا محاربین۔

◎— یہود اور مسلمان ایک قوم، ایک اکائی، ایک وحدت ہوں گے الفاظ یہ تھے وانّ یھود بنی عوف امّۃ مع المومنین۔

◎— ہر ایک کو مذہبی آزادی ہو گی۔ کسی کے مذہب سے تعرّض نہ ہوگا۔ للیھود دینھم وللمسلمین دینھم۔

◎— مدینہ کی حرمت اور تقدیس اس معاہدہ میں شامل سب پر لازم ہوگی۔ وانّ یثرب حرامٌ جوفیا لاھل ھذہ الصحیفۃ۔

◎— تمام فریق خیر خواہی اور اچھی باتوں میں تعاون کریں گے۔ وانّ بینھم النصح والنصیحۃ والبر دون ....

مدینہ کا دفاع سب فریقوں کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی ۔ وان بینھم النصر علی من دھم یثرب (ابن ہشام جلد اول جزء ثانی صہ ۳۵۰-۳۵۱)۔

یہود اپنے مذہب پر قائم رہیں گے ۔ ان کے مال اور دین سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا ۔ (ابن ہشام جلد اول حصہ ثانی صہ ۳۴۸) ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دستور کو "میثاق مدینہ" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی وہ سنہری دستور ہے جو آج مہذب دنیا کا دستور ہے کہ مذہب کا معاملہ عقیدہ کا اختلاف، وطنی اتحاد، تکریم وطن کے خلاف نہیں ۔ اس معاہدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے عبد المتعال اپنی کتاب "السیاسۃ الاسلامیۃ فی عہد النبوۃ" کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اسلامی سیاست کا محور یہ تھا لکھتے ہیں :

> "جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو آپ نے چاہا کہ اسے عربوں اور یہود کے لیے ایک وطن بنائیں ۔ دونوں فریق سے ایک امت ایسی تشکیل دیں جو ایک وطن میں اکٹھا رہتی ہو ۔ ان کے درمیان مذہب کی وجہ سے کوئی اختلاف نہ ہو ۔"

مصنف لکھتے ہیں :

> "یقیناً اس معاہدہ نے دینی سیاست میں ایک نئی فتح کا دروازہ کھولا ۔ اس معاہدہ نے آزادئ عقیدہ، آزادئ رائے زندگی اور جان و مال کی ایسی حرمت قائم کی جس کی مثال پہلے کسی مذہب میں پائی نہیں جاتی ۔"
>
> (السیاسۃ الاسلامیہ مطبوعہ دار الثقافۃ العربیہ صہ ۶۳)

چھ ہجری کا معاہدہ

یہ ابتداء اور آغاز تھا اس مملکت کے دستور اور آئین کا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کیا ۔ اس کے بعد آئیے چھ ہجری کے معاہدہ حدیبیہ کی طرف ۔ اس سے پہلے بدر، احد اور احزاب جس میں تمام قبائل عرب نے مل کر مدینہ کا محاصرہ کیا تھا اور شکست کھائی تھی ۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا 'اب وہ ہم سے لڑنے کبھی نہ آئیں گے ۔ بلکہ فتنہ کے فرو کرنے کے لیے ہم آگے بڑھیں گے ۔ حدیبیہ کا معاہدہ اس لیے پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا قافلہ چودہ سو کی تعداد میں حج کے لیے روانہ ہوا ۔ اب طاقت کا توازن قطعی طور پر مسلمانوں کے حق میں تھا لیکن اہل مکہ نے نہ چاہا کہ مسلمان اس سال حج کریں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

> "ان کو جنگوں نے کھا لیا ہے ۔ یہ کیا کرتے ہیں ۔ میں جنگ کی نیت سے نہیں آیا ۔ خدا کی قسم مکہ والے حرم کی حفاظت کے لیے جو مطالبہ بھی مجھ سے کریں گے میں اسے مان لوں گا"
>
> (ابن ہشام جلد ثانی جزء ثالث صہ ۷۵، ۷۶۶)

آپ اندازہ کیجئے قریش کے سب کس بل نکل چکے ہیں ۔ ان چھ سالوں میں پل کے نیچے سے بہت پانی بہہ چکا ہے ۔ آپ باوجود طاقت رکھنے کے بعض اکابر صحابہ کی مرضی کے خلاف تمام وہ شرائط تسلیم کر لیتے ہیں جو قریش نے پیش کیں ۔ صرف حرم کی حفاظت اور قیام امن کے لیے ۔ خانہ کعبہ کے تقدس کے لیے آپ نے اپنے اور صحابہ کے جذبات کی قربانی کی کہ ہم اگلے سال حج کر لیں گے ۔

یہ معاہدہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ اختلاف عقیدہ کے باوجود باہم گزر رہ سکتے ہیں ۔ اس کے لیے بے شک جذبات کی قربانی دینی پڑتی ہے ۔ آج کی مہذب دنیا میں یہ دستور مملکت بن سکتا ہے جہاں مختلف مذاہب اور مکاتب فکر کے لوگ رہتے ہوں ۔ مذہب ہر ایک کو عزیز ہوتا ہے اور فطرت انسانی بھی عزیز ہے ۔ اسی طرح وطن کی حرمت بھی بجا اور مقدس فریضہ ہے ۔

مذہب اور وطنیّت کا تعلق

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :

> "مذہب اور وطنیت کا کیا تعلق ہے یہ ایک اہم سوال ہے اور ہندوستان میں اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہی بن چکا ہے ۔ بعض لوگ مذہب کے نام پر ہندوستان کی وطنیت کو کلیتًا اپنانے کے خواب دیکھ رہے ہیں، اور ایسے لوگ ہندوستان دن بدن زیادہ قوت اور اقتدار حاصل کرتے جا رہے ہیں ۔ یہ ہندوستان ہی کے لیے نہیں دنیا کے امن کے لیے خطرہ بن گیا ہے ۔ اور یہی ظلم پاکستان میں ہوا ہے کہ وطنیت کے تصور کو مذہب کے ساتھ اس طرح باندھا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے سے اعتماد اٹھ گیا اور ایک دوسرے کے حقوق پامال ہوئے اور یہ خطرہ محسوس ہوا کہ مذہب جتنا ترقی کریگا اس سے وطنیت کو نقصان پہنچے گا اور مختلف قومیں اس وطن کی طرف منسوب ہوتے وقت رفتہ رفتہ خطرات محسوس کرنے لگیں گی ۔ یعنی اپنی قومیت سے خطرات پیدا ہو جائیں گے ۔ یہ وہ خطرناک اور غلط روح ہے جس کے ازالہ کے لیے آج شدید ضرورت ہے ۔ کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے وطنیت کا جو تصور پیش فرمایا اس تصور میں ایک وطن کے ہم وطن باشندوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ایسی محبت کے ساتھ اور باہمی اعتماد کے ساتھ رہنا چاہیے کہ اس کے نتیجہ میں مذہبی اختلاف یا علاقائی اختلافات ایک وطن کے رہنے والوں کو ایک دوسرے سے دور کرنے کی بجائے اور زیادہ قریب کر سکے اور اقلیتوں کو اکثریت پر پہلے سے بڑھ کر اعتماد ہو ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں جو تعلیمات دی ہیں وہ بہت وسیع اور تفصیلی ہیں ۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہاں وطنیت کے متعلق فرمایا وہاں یہ فرمایا وطن کی محبت بھی ایمان کا ایک حصہ ہے ۔"

(خطاب جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۲ء اختتامی خطاب

باقی صفحہ نمبر ۱۷

بوسنیا ہرزیگووینا کے تاریخی حالات و واقعات

مرتبہ: مکرم زبیر خلیل خاں، انچارج بوسنین سیل جرمنی

گذشتہ ایک سال اور چند ماہ سے بوسنیا ہرزیگووینا میں ہونے والی جنگ کا عالمی ذرائع ابلاغ میں خاصا چرچا ہے۔ روزانہ کی خبروں میں اس مملکت میں ہونے والی لڑائی کے بارے میں تفصیلات موجود ہوتی ہیں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی اس مملکت میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے بارے میں اپنے خطابات میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ جرمنی سے بوزنین مہاجرین خاصے قریب آچکے ہیں۔ چنانچہ انہی امور کے پیش نظر بعض اہم معلومات پر مبنی درج ذیل مضمون احباب جماعت کی معلومات کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ اس مضمون کی تیاری میں انسائیکلو پیڈیا، پاکستانی مصنف محسن فارانی، بوزنین بہن محترمہ آرمینیا ارمانہ سے مدد لی گئی ہے

علاقہ میں اسلام کی آمد

ماضی قریب کا کمیونسٹ ملک یوگوسلاویا ایک وفاقی مملکت تھی جو ان ریاستوں پر مشتمل تھی۔ سربیا، بوسنیا ہرزیگووینا (بوسنہ ہرسک)، کروشیا، سلووینیا، مونٹی نیگرو یا قراداغ اور مقدونیہ۔ انکے علاوہ اس میں ووجوڈینیا اور قوامو کے خود مختار علاقے بھی شامل تھے یورپی ملکوں میں مسلمانوں کی سب سے زیادہ تعداد اس علاقہ میں پائی جاتی ہے۔ یہاں اسلام کا تعارف حقیقتاً اسی دَور میں ہو گیا تھا جو عربوں کا دَور کہلاتا ہے۔ اس کے بارہ میں کسی حد تک ایچ۔ محمد ہاندیج نے اپنی کتاب "بوسنیا ہرزیگو وینا میں اسلام" جوکہ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی تھی اس کی وضاحت کی ہے۔ ۱۱۹۹ء میں اس علاقہ میں عیسائیت کے ساتھ ساتھ یہودیت اور اسلام کے پیروکار بھی موجود تھے۔ غالباً عیسائی مذہب کے پیروکار جو (BOGOMILS) کہلاتے تھے انہوں نے شروع شروع میں اسلام قبول کیا۔ ترکوں کی اس علاقہ میں آمد ۱۳۸۴ء میں ملتی ہے لیکن شراب پر پابندی، پنج وقتہ عبادات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر فوت نہ ہونے سے متعلق عقائد اس علاقہ میں بہت پہلے سے موجود تھے۔ تاہم اسلام کے روشن باب کا آغاز عثمانی ترکوں کی آمد سے ہوتا ہے۔ ترکوں کی آمد کے وقت یوگوسلاویہ کئی آزاد ریاستوں میں تقسیم تھا جن میں بوسنیا اور سربیا سب سے بڑی تھیں۔ ۱۳۸۹ء یا ۱۵۲۱ء کے درمیان ترک ان دونوں ریاستوں کو فتح کرنے کے بعد تقریباً پورے یوگوسلاویہ پر قابض ہو گئے تھے یہاں پر بارہا ترکوں اور آسٹریا کے باشندوں میں خونریز معرکے بپا ہوئے۔ ۱۶۸۲ء میں ویانا کے دوسرے محاصرے کے بعد ترک پسپا ہونا شروع ہوئے یہاں تک کہ ۱۹۱۳ء میں جنگِ بلقان کے دوران یوگوسلاویا کا آخری حصہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

عثمانی ترکوں کے دَور میں جزیرہ نما بلقان میں اسلامی تہذیب و تمدن سے مقدونیا، بوسنیا ہرزیگووینا کے علاقے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ بوزنیا ہرزیگووینا مقامی مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ بوسنیا کے مسلمانوں نے سلطنت عثمانیہ کو محمد پاشا صوقوللی جیسی اہم شخصیت بھی دی جوکہ ۱۵۶۴ء تا ۱۵۷۹ء سلطنت عثمانیہ کے وزیر اعظم رہے

عثمانی سلطنت کے اختتام کے بعد مقامی مسلمان مختلف نشیب و فراز سے گذرتے رہے۔ بارہا ان کا قتل عام ہوا۔ مذہبی آزادی پر پابندیاں لگیں۔ کبھی کبھی یہ آزادیاں بحال ہو جاتی رہیں۔ غرضیکہ ۱۹۴۵ء میں کمیونسٹ حکومت بحال ہوئی جوکہ ۱۹۹۱ء میں اپنے منطقی انجام کو پہنچی۔ اشتراکی حکومت کے ابتدائی دور میں مسلمانوں پر بہت مظالم ہوئے۔ بوسنیا اور ہر ملک کے مسلمانوں کو کمیونسٹ پارٹی کی حمایت پر مجبور کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ وہ خود کو سرب کہلائیں نہیں تو ان کی قومیت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ لیکن یہ سیاست ناکام رہی۔ ۱۹۵۳ء میں مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو قبول کیا گیا تاہم وہ پھر بھی متعصب اور کٹر اشتراکیوں اور قوم پرست سربیوں کے تعصب کا نشانہ بنتے رہے۔ سابقہ یوگوسلاویہ میں آبادی کی اکثریت عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ آرتھوڈوکس یعنی کلیسا کے پیرو سب سے زیادہ ہیں۔ دوسرے نمبر پر کیتھولک عیسائی ہیں، تیسرے نمبر پر مسلمان آتے ہیں مسلمانوں کی سب سے زیادہ تعداد بوسنیا ہرزیگووینا کی جمہوریہ میں آباد تھی۔ اس کی ۴۳۶۴۹۸۳ کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً ۶۶ر۴۳ فیصد ہے۔ سراجیو ریاست کا صدر مقام ہے اور یہ شہر مسلمانوں کا سب سے بڑا تاریخی مرکز ہے۔ یہاں چپے چپے پر عثمانی دور کی یادگاریں ہیں جن میں غازی خسرو بیگ اور علی شاہ کی مساجد قابلِ ذکر ہیں۔ بنالوقہ، موسشر اور تحو کا مسلمانوں کے دوسرے اہم اور تاریخی مراکز ہیں۔

موجودہ حالات کا تاریخی پس منظر

آج یقیناً بہت کم لوگ یہ جانتے ہوں گے کہ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم کا آغاز جس واقعہ سے ہوا تھا وہ سابقہ یوگوسلاویہ کے شہر سراجیو میں پیش آیا تھا۔ سلطنت آسٹریا کے ولی عہد فرڈیننڈ جو کہ بوسنیا کے دورہ پر تھے جب سراجیو گئے تو انہیں ایک سرب نے قتل کر دیا۔ قاتل کا تعلق سربیا سے تھا۔ آسٹروی حکومت نے قاتل کی حوالگی کا مطالبہ کیا تو حکومت سربیا نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ اس پر آسٹریا نے ایک ماہ کا الٹی میٹم دے دیا اور مدت ختم ہونے پر ۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء کو آسٹروی افواج سربیا پر چڑھ دوڑیں۔ تب روس، برطانیہ اور فرانس سربیا کے اتحادی بن گئے اور جرمنی نے آسٹریا کی حمایت میں ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اگلے سال ترکی جو سلطنت عثمانیہ کہلاتا تھا جرمنی اور آسٹریا کا طرفدار بن کر جنگ میں شامل ہو گیا کچھ عرصہ بعد امریکہ بھی اتحادیوں سے مل گیا اور یوں پہلی عالمی جنگ پھیلتی چلی گئی۔ اور سوا چار سال بعد جب یہ ختم ہوئی تو دنیا کا نقشہ یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔ عثمانی جرمن اور آسٹروی سلطنتوں کے حصّے ہونے سے کئی نئے ملک جنم لے چکے تھے اور ان کے مقبوضات اتحادیوں نے باہم بانٹ لیے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران ۱۹۱۴ء میں نازی افواج نے سابقہ یوگوسلاویہ پر قبضہ کر لیا تو کروشیا نے جرمنوں کا ساتھ دیا جبکہ سربیا نے کمیونسٹ لیڈر بروز ٹیٹو کی قیادت میں شدید مزاحمت کی اور جنگ عظیم کے بعد ٹیٹو روس کی حمایت سے یوگوسلاویہ پر کمیونزم مسلط کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

۱۹۸۰ء میں ٹیٹو کی موت پر یوگوسلاویہ اور کمیونزم میں اختلافات کھل کر سامنے آ گئے اور اس کی ریاستوں میں کشیدگی پروان چڑھنے لگی۔ ٹیٹو کے بعد ایک صدارتی کونسل قائم ہو گئی تھی جس کا چیئرمین ہر جمہوریہ سے ایک سال کے لیے چنا جاتا تھا۔ ۱۹۹۱ء میں کروشیا سیجو جان میسک چیئرمین چنے گئے تو وفاقی حکومت جس پر سرب حاوی تھے انہوں نے انہیں یہ عہدہ سونپنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ۲۵ جون ۱۹۹۱ء کو شمالی جمہوریہ سلوانیا اور کروشیا نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ بعد ازاں وفاقی افواج اور کروشیائی سربوں کی مدد سے ان کے خلاف خاصی کارروائی کی گئی ہے تاہم یہ ریاستیں اپنے مطالبہ پر ڈٹی رہیں اور اپنی آزادی کا اعلان کرتی رہیں۔

بوسنیا ہرزیگووینا جو کہ تقریباً ۴۴ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ریاست ہے وہاں پر آزادانہ انتخاب ہوئے اور انتخابات کے نتیجہ میں ایک ایسی حکومت وجود میں آئی جن کے سربراہ مسلمان تھے۔ بوسنین سربوں اور بوزنیا سے ملحق سربیا ریاست کے سربوں کو یہ بات قطعاً منظور نہ تھی کہ ان پر مسلمان حکومت کریں چنانچہ وہ خانہ جنگی جو اپریل ۱۹۹۲ء میں شروع کی گئی تھی اور جس کے لیے بلغراد میں باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی اس کا دائرہ کار اور رخ کلیتاً بوسنیا ہرزیگووینا کیطرف موڑ دیا گیا۔ DOBRICA-CASIC جس نے SANU سرب اکیڈمی آف سائنس اور آرائش کی مدد سے عظیم سربیا کا پلان مرتب کیا ہے موجودہ جنگ کا خالق ہے۔ موجودہ منصوبہ بندی کے تحت پہلے سے تیار کیے گئے منصوبوں کے مطابق علاقہ سے مسلمانوں کا ایک خاص طریق کے تحت صفایا کیا جا رہا ہے۔ علاقہ میں مقیم سرب باشندے زیادہ سے زیادہ علاقے کو عظیم تر سربیا بنانے کے جنون میں مبتلا ہیں۔ سرب باشندوں کو ان کے منصوبہ جات میں کامیابی دلانے کی خاطر سابقہ کمیونسٹ ممالک اور مغربی ممالک بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ اور تو اور تمام معاملہ میں اقوام متحدہ بھی انتہائی منافقانہ کردار ادا کر رہی ہے اور کسی نہ کسی بہانے محصور مسلمانوں کو امداد تک مہیا کرنے کی روادار نہیں۔ اس پر مزید ستم مسلمان ممالک کی بے حسی ہے۔ ایک طرف نہتے اور غریب مسلمان پینے کے پانی کو ترس رہے ہیں اور اگر ڈر چھپ کر پانی کے نلکے پر جاتے ہیں تو وہاں لاشوں کے انبار لگا دیے جاتے ہیں جبکہ دوسری طرف برونائی کے مسلمان ہیں جو صرف ایک گھنٹہ کے لیے محفل موسیقی کی خاطر ایک مغنیہ کو ۱۵ لاکھ مارک ادا کر رہے ہیں۔ ظلم و ستم کے اس وحشتناک دور میں بوسنین مسلمان جہاں مسلمانوں اور مغربی ممالک کی بے حسی اور منافقت کے شاکی ہیں وہاں پر انہیں روشنی کی ایک کرن بھی دکھلائی دیتی ہے اور وہ ہے امام جماعتِ احمدیہ اور جماعتِ احمدیہ کا ان سے حسن سلوک۔ انتہائی کم وسائل کے باوجود جماعتِ احمدیہ جس طریق سے اپنے بوسنین مسلمان بھائیوں کی مدد کر رہی ہے وہ اس کے لیے جماعت احمدیہ کے بے حد شکر گذار ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ اور اس کے امام کی دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی اور بہت جلد ایسے دن پھر آئیں گے کہ وہ عزت و آبرو کے ساتھ اپنی زندگیاں گذار سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

○

”جماعتِ احمدیہ کی ڈکشنری میں موت کا کوئی لفظ نہیں

جماعت احمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے زندگی اور اس سے بڑھ کر زندگی مقدر کی ہوئی ہے۔ لیکن جس جدوجہد کے ساتھ، جس کوشش کے ساتھ ہمیں زندگی کے نئے مقام عطا ہونے ہیں، نئی منازل ملنی ہیں اس کے لئے سب سے اہم کام آج **تبلیغ** ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز